بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر محمد اقبال جاوید

مقالاتِ سیرت ۔ ایک تعارفی جائزہ

بین الاقوامی سیرت کانفرنس و دسویں قومی سیرت کانفرنس

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان ۔ اسلام آباد

بین الاقوامی سیرت کانفرنس ۱۲، ۱۳ ربیع الاول ۱٤۰٦ھ (۱۹۸۵ء)

اس کانفرنس کا مرکزی خیال تھا

پیغمبر اسلام ﷺ کے پیغام کی آفاقیت

فہرست مضامین (جلد اول)

۱۔ ختمی مرتب صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تعظیم انسانیت کے نقیب	عبدالعزیز عرفی	۱
۲۔ سیرت طیبہ امن عالم کی اساس	سعیدالدین شیرکوٹی	۱۵
۳۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے عالمی آفاقی پہلو	پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد کراچی یونیورسٹی	۳۷
۴۔ سیرت نبوی ﷺ اور ہدایات	مولانا قاضی اطہر مبارک پوری	۴۵

CONTENTS

Universality of the Mission of the Prophet Muhammad (PBUH) 1

Prof. Dr.Mohammad Abdul Rauf Malaysia.

"The Principal Aspects of the Seerat of Muhammad (PBUH)　31

Moulavi M.H. Babu Sahib Singapore
Uswah Al-Hasanah: The Noble Paradigm of the Prophet and its
Relevance in the Modern World 17
Professor A. Rahman 1 Doi
International Relations and Muhammad (PBUH) 73
Dr. Yousuf Abbas Hashmi
The Ummah Negligence of the Hajjatu-ul-Wada Prnciples 45
Rifyal ka'bah
Signifcance of Holy Prophet's Sermon of Hajjatu-ul-Wada 51
M.M. Abdul Cader Sri Lanka
The New Impulse and The Perpetual Revolution Created
By the Prophet 69
Afzalur Rahman
Mercifulness of the Holy Prophet 81
Syed Sabahuddin Abdur Rahman India
The Mercifulness of the Holy Prophet 101
Al-Haj Abu Bakr Siraj ad-Din
The Finality of Prophethood of the Holy Prophet S.A.W 105
Brigadier Gulzar Ahmad (Retd)
The Prophet Muhammad (PBUH) and the Finality of Prophethood 125
Professor Isma cil A.B.Balogun
The Holy Prophet (PBUH) as an Ideal Person 141
Dr. Mustafa KILIC

عربی مقالات

۱۔ النقاط الرئیسیه لکلمة فی المؤتمر العالمی للسیرة ۱
پروفیسر دکتور عبدالقادر قرة خان
۲۔ نظرة علی الهجرة من الناحیة الفقهیه ۳
الدکتور یوسف قلیج

۳۔ رحمة للعلمين صلى الله عليه وسلم ۳۳
يوسف السيد هاشم الرفاعي
۴۔ محمد رسول الرحمة ۳۹
فضيله الشيخ ابراهيم شهاب، جمهوريه مالديف
۵۔ خاتم النبين صلى الله عليه وسلم ۴۵
ناصر محمد نهدى، ممباسا
۶۔ مجتمع المدينة، قبل هجرة الرسول صلى الله عليه وسلم و بعد ها ۴۹
الشيخ حسن خالد

فہرست مضامین (جلد دوم)

۱۔ پیش لفظ	ایڈیشنل سیکرٹری انچارج وزارت مذہبی امور	
۲۔ خطبۂ استقبالیہ	وفاقی وزیر مملکت برائے مذہبی امور	۱
۳۔ خطبہ افتتاحیہ	جناب جنرل محمد ضیا الحق صدر پاکستان	۷
۴۔ خطبہ صدارت	جناب سید فخر امام اسپیکر قومی اسمبلی پاکستان	۲۹
۵۔ خطبہ صدارت	جناب غلام اسحاق خان چیئرمین سینٹ	۴۱
۶۔ خطبہ استقبالیہ برائے اختتامی اجلاس	وفاقی وزیر مملکت برائے مذہبی امور	۵۳
۷۔ کلیدی خطبہ	جناب جسٹس (ریٹائرڈ) سردار محمد اقبال وفاقی محتسب اعلیٰ	۵۹
۸۔ اختتامی خطبہ	جناب محمد خان جونیجو، وزیر اعظم پاکستان	۷۷

مقالات:

۹۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے عالمی اور آفاقی پہلو	ڈاکٹر نثار احمد، جامعہ کراچی	۹۱
۱۰۔ سیرت نبوی کی آفاقی حیثیت	مولانا محمد مالک کاندھلوی	۱۴۷
۱۱۔ سیرت مبارکہ کے عملی پہلو	پروفیسر عبدالجبار شیخ	۱۶۱

۱۲۔ سرکار دو عالم ﷺ بہ حیثیت خاتم النبیین — مولانا محمد اطہر نعیمی — ۱۸۱
۱۳۔ تبلیغ علم، سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں — سلطان داؤد، چیئرمین کمیشن برائے خواندگی و تعلیم عامہ — ۲۰۹

CONTENTS

Message of H.E. Mr. Rauf R. Denktas.
President of the Turkish Republic of Northern Cyprus 1
Mesage of H.E. Mr. S.Sharifuddin Pirzada
Secretary General of O.I.C 4
Mesage of Dr. Inamullah Khan
Secretary General of World Muslim Congress 6

ARTICLES

Seerat of the Holy Prophet and Service to Mankind
Dolmanach Baka (Abdul Rahman Abu Bakr) Thailand 9
Political and Diplomatic Seerah Treaties and Agreements
Imran N.Hosien Geneva 35
Holy Prophet -As a Leader of Revolution
Dr. Ahmad Syifli Maarif Indonesia 59
Seerah in American English
Dr.T.B. Irwing 65
The Universal Aspect of the Seerat of the Noble Prophet
H.E. Shaikh Abdul Wahhab Ahmad Abdul Wasie 73
Hazrat Muhammad (Peace be upon him) The Blessing for Mankind
Justice A.K.M.Nurul Isalm 77
Prophet Muhammad (Peace be upon him) An Ideal Man in History
Dr.Mian Muhammad Saeed (U.S.A) 83

حرف آغاز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آفاقی، ابدی اور دائمی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیا آئے وہ خاص اوقات اور خاص اقوام کے لیے آئے، نتیجہ معلوم کہ ان کا پیغام بھی محدود اور ان کی تبلیغ بھی وقتی جبکہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا گیا، ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل فرما دیا۔ ان ﷺ کی امت کو آخری بہترین امت قرار دے کر نبوت کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا اور رہنمائی کے لئے قرآن کی شکل میں ایک مکمل، جامع، ہمہ گیر اور ہر نوع محفوظ ضابطۂ حیات عطا کیا گیا۔ اس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے کر پوری کائنات کو اس پر عمل کا پابند بنا دیا یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہر دور کے ہر انسان کے لئے قابل عمل ٹھہرا اور اس پیغام کا تحفظ اور اس کی اشاعت امت مسلمہ پر فرض ٹھہری کہ تا قیامت اسے اس فرض کی ادائیگی کے لئے اپنی جملہ صلاحیتیں صرف کرنا ہیں کہ وہ بہترین امت ہے اور تمام دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجی گئی ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

دین محمدی ﷺ کی جامعیت اور ابدیت اس امر کی دلیل ہے کہ اب اور کسی ہدایت کی ضرورت نہیں، جملہ انبیائے کرام کی جملہ خصوصیات مہم سے زائد، ایک خاص توازن کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور ان ﷺ کی رسالت میں جمع کر دی گئیں، یہی توازن اور یہی حسن اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان ہے، یہ ایک انتہائی خوبصورت بات ہے کہ گزشتہ انبیائے کرام جن نعمتوں کے حصول کے لئے دست بدعا رہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمتیں از خود بغیر طلب کے عطا کر دیں، وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی نوازشات کی یقین دہانیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا رہا۔ (سورۃ الضحیٰ، آیت ۵) پہلے رب العالمین کی نگہ لطف وکرم کے تمنائی رہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ آپ ﷺ تو ہماری آنکھوں میں بستے ہیں۔ (سورۃ الطور، آیت ۴۸) موسیٰ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے آرزومند رہے، جب کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی بارگاہ ناز میں باریابی عطا کرتا رہا (بنی اسرائیل، آیت ۱) حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے پڑھانے کے بعد آپ ﷺ نہیں بھولیں

گے ۔ (سورۃ الاعلیٰ، آیت ۶) حضرت موسیٰؑ نے شرح صدر اور تفہیم مطالب کے لئے دست دعا بلند کیا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود مالک دو جہاں نے اعلان فرمایا کہ ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا۔ (الشرح، آیت ۱) اور آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کر کے افصح العرب بنا دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو ہدایت فرمائی کہ اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمھیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی ۔ (سورۂ ص، آیت ۲۶) جب کہ نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خود واضح کیا کہ آپ اپنی خواہش سے تو کوئی بات کہتے ہی نہیں، گویا آپ کی ہر خواہش رضائے الٰہی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے ۔ (سورۃ النجم، آیت ۳) یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ذکر کو خود ہی بلند فرما دیا اور اس قدر رفعت عطا کر دی کہ اوقات عالم کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو آپ ﷺ کے ذکر کو تازہ اور بلند نہیں کرتا ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون ہے جس کے لئے خود اللہ بھی صلاۃ و سلام میں محو ہے، فرشتے بھی اور بندے بھی، حق یہی ہے کہ

ہر لمحہ، ہر صدی کا، ازل سے، افق افق
صلی علیٰ کا سرمدی نغمہ سنائے ہے

انسانیت فکری، نظری، عقلی اور قلبی اعتبار سے اپنے شباب کو چھو چکی، اسے قرآن و سنت کی شکل میں ایک مستقل نوعیت کا منشور زندگی مل چکا ۔ اب اسے زمانے کی ہر لحظہ بدلتی ہوئی قدروں کے لئے اپنی راہیں خود تراشنا ہیں اور رہنمائی کی ہر روشنی سے بے نیاز ہو جانا ہے کہ وہ خود ایک روشنی ہے اور اس نے ہر ظلمت کو روشنی عطا کرنی ہے:

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو رہرو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو

آخری حج کے موقع پر دیئے گئے خطبے کے لفظ لفظ سے ابدیت کی عظمت اور آفاقیت کی رفعت نمایاں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان صدق اظہار سے ایسی صداقتوں کو ابھارا جو ہر دور کے تقاضوں کے لئے بہترین رہنما اصولوں کے طور پر جانی، پہچانی اور مانی جاتی ہیں، اس خطبے کو ایک جامع منشور زندگی کی حیثیت حاصل ہے یہی وہ موقع ہے جب اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے دین اسلام کو مکمل کر دیا، اس تکمیل نے انسانی زندگی کو فکری اور عملی وحدت عطا کی ۔ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا، میدان حیات کی ہر دوئی کی نفی ہے اس نفی نے جسمانی صلاحیتوں اور روحانی نظافتوں میں ایک حسین امتزاج پیدا کیا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں یہ حسن و توازن اپنے منتہائے کمال پر پہنچ کر ہم آہنگ ہو گیا،

وہ ممکنات جلال و جمال کے پیکر
وہ اعتدال کے سانچے میں عظمت آدم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُخروی جوابدہی کا ایک بے مثال اصول دے کر، ہر شخص کے اندر خوفِ خدا کا جذبہ ابھارا، نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف عدل وانصاف اور ایثار و احسان کے جلوے نظر آنے لگے، قانون کی حکمرانی نے آقا و غلام کی تمیزیوں مٹادی کہ نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز، قرآن کی شکل میں ایک ضابطۂ حیات اور سنت کی صورت میں ایک عملی نمونہ دے دیا گیا تا کہ فکر اور عمل کی دنیا میں کوئی دوری نہ رہے، قرآن بھی سامنے رہے اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی راہنما بنا رہے کیوں کہ عملی نمونے کے بغیر، ہدایت ایک لفظ ہے بے معنی اور رایک خاکہ ہے بے رنگ، مردہ دلوں کو زندگی، افسردہ جذبوں کو بالیدگی اور پژمردہ ولولوں کو تابندگی اسی بارگاہ ناز سے ملتی ہے، قریۂ دل میں روشنی ہے تو اسی آفتاب سے، صحرائے وجود میں بہاراں ہے تو اسی گل شاداب سے اور دنیائے فقر میں شان کج کلاہی ہے تو اسی گوہر نایاب سے

اُن ﷺ کے نقش پا سے کرنیں پھوٹتی ہیں رات دن
رہنما، منزل نشان وہ نقشِ پا ہے آج بھی (مرتب)

چند اقتباسات

انبیائے کرام علیہم السلام نورِ وحی لے کر آتے ہیں اُن سے حقائق روشن ہوتے ہیں، وہ اور ان کی تعلیمات ہی انسان کو حقیقی حقیقت شناسی دیتے ہیں، ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتے ہیں ورنہ انسان کا اپنا علم وعقل بھی حجاب وظلمت ثابت ہوتے ہیں۔

پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی سیرت مطہرہ نے امن عالم کے لئے مفروضے اور بے بنیاد ضوابط، چارٹر اور رسمی تدابیر انسانوں کو نہیں دیں بلکہ مبنی بر حقیقت اقدام وعمل کی راہ دکھائی، آپ ﷺ نے بنیادیں ہی وہ لگائیں جن سے عوامل فساد کی بجائے عوامل امن رو بکار ہوں۔ آپ ﷺ نے نہ تمنائے امن کے ساتھ حرص و ہوس کو روا رکھا۔ نہ خواہشات کو خدا بنانے کی گنجائش رکھی نہ زعم قوت کی اجازت دی گئی نہ خلقِ خدا کو ٹکڑوں میں بانٹنے کا کوئی جواز رکھا گیا، لینے کی بجائے دینے، مفاد پرستی کی بجائے ایثار و قربانی، طبقاتیت کی بجائے اخوت، مالکیت کی بجائے ہونے کے نظریات اور

سبق دیئے گئے اور عبدیت معبودیت واحد کو فکرو کردار میں رچا بسا دیا گیا، انسان امن انہی بنیادوں سے حاصل کرسکتا ہے ان کے بغیر نہیں۔

مقاصد سے تعلق رکھنے والے نہ الفاظ کے پیچاک میں اُلجھتے ہیں نہ رسمیت سے مرعوب ہوتے ہیں نہ کسی بہاؤ کو نظر میں لاتے ہیں، اسی لئے انبیائے کرام علیہم السلام کی تحریکات بہاؤ کے رخ پر نہیں چلتیں، بہاؤ کا سینہ چیر کر چلتی ہیں کیوں کہ دونوں کی منزلیں باہم مخالف سمتوں میں ہوتی ہیں، خواہشات نفسانی اور تعلیمات نبوی کی سمتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ایک میں لذت کوشی ہے تو دوسری میں ترک لذات، ایک میں کبرو تفاخر ہے تو دوسرے میں عبدیت وتواضع، ایک میں خود پرستی ہے تو دوسرے میں خدا پرستی، علیٰ ہذا القیاس، ظاہر ہے کہ ایک میں فساد ہوگا تو دوسرے میں امن ملے گا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانی کے لئے اپنی تعلیمات و سیرت سے جو راہ عمل دکھلائی اس میں اساس الاساس خصوصاً دو چیزیں ہیں ایک ایمانیات واخلاقیات، دوم قوت وشوکت، بے خدا تمدنِ حاضران دونوں کے باب میں عجیب سی روش رکھتا ہے وہ اخلاقیات وایمان کا کچھ ایسا تصور اور نقشہ ذہن نشین کراتا ہے جیسے یہ اشخاص کے نجی سے معاملات ہوں اور ان کا اجتماعیت واجتماعی ترقی سے کوئی درست تعلق نہ ہو۔جس چیز کو زاویۂ خمول میں ڈالنا ہو، اس سے صرف نظر کرتا ہوا اُسے غیر اہم سی نوعیت دلوائی ہو، اسے مذہب واخلاق کے خانے میں رکھ دیا جاتا ہے۔(۱)

بلا شبہ نظریات صحیحہ کے فروغ وارتقا کے لئے قوت کا ہاتھ میں ہونا ضروری ہے، فضا کو اعمال نیک کے لئے سازگار رکھنے کو بھی قوت کارآمد ہے اور امن کے قیام وبقا کے لئے بھی قوت و طاقت کی بڑی اہمیت ہے، ضرب المثل ہے کہ غریب وکمزور ملا کی آذان بھی کوئی نہیں سنتا، یقین کیجئے انسانوں کی اس دنیا میں صلح وامن کے لئے بھی وہی پیغامات مؤثر اور کامیاب ہوتے ہیں جن کے پیچھے فولادی آہنی پنجے ہوں، اس لئے مقاصد نیک کے لئے قوت ساتھ ہونا ضروری ہے۔البتہ اسلام کا نظریۂ قوت، بے لگام استعمال قوت اور نشۂ قوت کی اجازت نہیں دیتا کہ

سکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سوبار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک
تاریخ امم کا یہ پیام ازلی ہے!
صاحب نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک

اس سیل سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
لادیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک(اقبال)

یوں امن وبہبود کے یہ دو اصل الاصول ہیں:

۱۔اخلاقیات کی درستگی

۲۔قوت وشوکت

یہ دونوں ایک دوسرے کے معاون ومحافظ ہونے چاہئیں۔ایں دو قوت حافظ یک دیگر ند۔ اخلاق صحیح بغیر قوت کے خطرے میں ہوتے ہیں اور قوت بے اخلاق مہلک ومضر ہوتی ہے، اسلام ان دو اساسوں پر عالم انسانی کے امن کی عمارت تعمیر کرتا ہے،اس میں حقانیت بھی ہے، حقیقت بھی، پاکیزگی بھی وقار بھی،ان اساسوں کے بغیر امن کی جو کوشش بھی ہے یا جو دعویٰ بھی ہے فریب دہی ہے یا خود فریبی۔(۲)

اسلام کا سب سے نمایاں پہلو اس کا جامع ہونا ہے،اس سے پہلے جتنے دین، جتنے مذہب آئے وہ مخصوص مقامات،مخصوص حالات اور مخصوص طبقات کے لیے تھے،انھوں نے زندگی کے چند مخصوص پہلوؤں پر زور دیا اور ان پہلوؤں کی اصلاح اور ان کے مسائل کے حل کے ساتھ ان کی افادیت ختم ہوگئی، نئے حالات نئے تقاضے پیدا ہوئے جن کے حل کے لیے نئے طور پر احکام الٰہی وحی ہوئے اور ان کی روشنی میں ایک نیا نظام وضع ہوا۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، کوئی الہام نہیں ہوگا،کوئی نیا نظام نہیں آئے گا،کوئی کتاب نہیں آئے گی،تو پھر حکمتِ الٰہی یہی ٹھہری کہ اس آخری دین کو جامع بنا دیا جائے،یہ سب مذاہب کا وارث ہو۔سب پیغمبروں کا اقرار کرے، سب کتابوں کی صداقت کا احترام کرے، کیوں کہ تمام گذشتہ ادوار کو اپنائے بغیر ابدیت کا کوئی تصور قائم نہیں ہوسکتا، سب مدارج کو اپنائے بغیر معراج ارتقا نہیں ہوسکتا،اسلام میں آدم کی عبودیت،ابراہیم علیہ السلام کا تفکر اور وحدت حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی تسخیر فطرت،حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قدرت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت، سب ایک متوازن آمیزے کی صورت میں موجود ہیں،اسی لیے توازن، پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ امتیازی ٹھہری۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اب انسان بالغ ہوگیا، اب اسے ہر مرحلے، ہر نئے مسئلے کے حل کے لیے واضح الہامی رہنمائی کی ضرورت نہیں، بلکہ اسلام کے ابدی آفاقی اور اٹل اُصولوں کی روشنی میں وہ اپنے تمام مسائل کا حل خود ڈھونڈ سکتا ہے، اب اسلام کی قبا کسی پہ تنگ نہیں ہوگی، کیوں کہ انسانی نشو ونما بلوغت کو پہنچ چکی ہے، اسی لیے اس ابدی اور آفاقی پیغام کو لانے والا ایک ایسا نبی مبعوث کیا گیا جس کی زندگی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے پیغام کی انسانی تفسیر تھے، ان کا ہر لفظ، ہر عمل، ہر ارشاد تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے، ان کی نجی، انفرادی، اجتماعی زندگی کے سچے شاہد موجود ہیں، گھریلو زندگی کا لمحہ لمحہ ازواج مطہرہ کی زبانی محفوظ ہوا اور گھر سے باہر زندگی کا لمحہ لمحہ اصحابِ رسول کی روایت سے تاریخ پر نقش ہوا۔ (۳)

اسلامی نظام میں افراد قانون کے پابند ہوتے ہیں، قانون سے بالاتر نہیں، کیوں کہ اسلامی قانون احکامِ الٰہی اور سنت پیغمبر ﷺ پر مبنی ہوتا ہے، اسلامی قانون اور دوسرے تمام قوانین میں فرق یہی ہوتا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں شریعت کے تقاضے سے خامیاں ہوتی ہیں، کمزوریاں ہوتی ہیں، کیوں کہ انسان کی نظر اور عقل محدود ہے، اس کے برعکس خدائی احکام بشری کمزوریوں سے مبرا ہوتے ہیں، انسانوں کا خالق انسانوں کی فطرت کو خوب جانتا ہے اور اس لئے یہ احکام فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

نظامِ اسلام کی بنیاد عدل وانصاف ہے، انسانوں میں آپس میں عدل، انسانوں اور دوسری مخلوقات میں عدل، انسان اور فطرت میں توازن اور انسان اور اس کے خالق کے مابین ربط و توازن آنحضور ﷺ نے عدل بالاحسان کی تعلیم دی، عدل بالاحسان انصاف سے بلند تر مقام ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ پہلے تو انصاف کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں اور پھر اس میں رحم، کرم اور شفقت کے عناصر شامل کیے جاویں جو خدائی صفات ہیں، انصاف کی عملداری کا مقصد یہ ہے کہ کسی صورت میں بھی بے انصافی نہ ہونے پائے، یہاں تک کہ جائز قوانین کے نفاذ میں بھی بے انصافی نہ ہو، یہ ایک آئیڈیل ہے، ایک تصور ہے، ایک خواب ہے جس کی جھلک انسانوں نے چودہ سو سال پہلے دیکھی اور جواب تک شرمندہ تعبیر ہے، لیکن ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس آئیڈیل، اس خواب کو سچا کرنے کے لیے تگ و دو کرتا رہے۔ (۴)

سیرت مبارکہ کے ابدی پیغام کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ آپ کی سیرت پوری جامعیت اور کاملیت کے ساتھ آغاز سے لے کر آج تک موجود اور محفوظ ہے کہ ہر کوئی آسانی کے ساتھ اصلی صورت

میں اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے، اور پھر ایسے مستقل عوامل بروئے کار ہیں کہ جن کی بنا پر، ابد تک آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ موجود اور محفوظ رہے گا، نہ ان میں کسی قسم کا فرق آیا ہے اور نہ ہی قیامت تک ان کے صرف نظر ہونے کا کوئی بھی اندیشہ ہو سکتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ سے قبل انبیا کے جس قدر نفوس قدسیہ اس دنیا میں تشریف لائے ہیں، آپ ﷺ کے علاوہ کسی کی سیرت آج محفوظ نہیں کہ اس کا کوئی عملی پہلو اُجاگر ہو سکے بلکہ کئی ایک انبیا کے حالات زندگی تو سرے سے موجود ہی نہیں اگر کچھ چیزیں ہیں بھی تو وہ صرف چند اشارے ہیں کچھ ہدایات ہیں یا کچھ احکام جو آسمانی کتابوں میں قدرے موجود ہیں ورنہ مفصل حالات نظروں سے بالکل اوجھل اور مخفی ہیں۔

آج اگر ہم یہ چاہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ساری زندگی ہمارے سامنے ہو یا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات از آغاز تا انجام ہمیں پوری طرح معلوم ہو جائیں تو یہ بالکل ناممکن ہے حالانکہ ان انبیا کے نامی بہت مشہور رہیں، یہاں تک کہ قرآن میں بھی ان کا ذکر آتا ہے، اس کے باوجود ہزاروں ایسے ہیں کہ تاریخ میں جن کا نام تک موجود نہیں بر خلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی پاکیزہ عملی زندگی کی ایک ایک ادا ابد تک کے لئے محفوظ اور موجود ہے۔ (۵)

جہاں تک سیرت پاک کی حسین اداؤں کا تعلق ہے، صحابہ نے وہ ادائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں، تابعین نے صحابہؓ سے سیکھیں، تبع تابعین نے تابعین سے سیکھیں، یہاں تک کہ تعلیم کا یہ سلسلہ ہمارے آج کے دور تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، اس واسطے آج ہم وہ ادائیں اہل اللہ کے عمل کو دیکھ کر سیکھتے ہیں کہ وہ ہمیں تلاوت کر کے آیات بھی سناتے ہیں تعلیم دے کر معانی بھی سمجھاتے ہیں اور نمونے کے طور پر عمل کر کے بھی دکھاتے ہیں۔

پھر ساتھ ساتھ ذہن سازی کرتے ہوئے ہمارے اذہان کو ریاضت اور مجاہدے سے مانجھتے بھی ہیں، اور ذکر و فکر سے چمکاتے اور صیقل بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔

اس بنا پر از بس ضروری ہے کہ وحی کے قرآنی الفاظ اور وحی کے معانی و مرادات کے ساتھ ساتھ سامنے ایسی شخصیات بھی موجود ہوں جو قرآن کا حقیقی منشاء و مطلوب ہیں کہ جن کے عملی مظاہرہ سے ایک طرف وحی کے معانی کا تشخص اور تعین ہو جائے اور دوسری طرف ہر شعبہ زندگی میں سیرت مبارکہ کا نفاذ عمل میں آ سکے۔ (۶)

حرف اختتام

قرآن پاک اپنی جگہ ایک نور ہے جب کہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنے مقام پر منارۂ نور اور دونوں ایک دوسرے کا عکس جمیل، وہ لوح بھی ہیں اور قلم بھی اور اُن کا وجود الکتاب اور نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر، وہی قرآں وہی یٰسین وہی طٰہٰ، وہ مجسم قرآن ہیں، اور گنبد آبگینہ رنگ، بقول اقبال، اسی محیط میں حباب کے مانند ہے انہی ﷺ کی ذات اقدس تکوین روزگار کا بھی سبب ہے اور تہذیب روزگار کا بھی، انہی ﷺ کی ذات بہر اعتبار اجمل و احسن اور انہی ﷺ کا پیغام بہر نوع کامل و اکمل ہے، حق یہ ہے کہ راہ حیات میں جہاں جہاں رعنائی ہے وہ اسی حسن سے مستعار ہے اور جہاں جہاں تاریکی ہے وہ اسی مرکز انوار سے اکتساب نور کرنے کے لیے لپک رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں، آفتاب عالم افروز ہیں، ظاہر ہے کہ آفتاب درخشاں کے ہوتے ہوئے، ٹمٹماتے ہوئے، ستاروں اور جھلملاتے ہوئے چاند کی طرف دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہا کرتی کہ وہ خود روشنی کے لئے آفتاب ہی کے محتاج ہیں، احسان دانش کہتے ہیں:

بندہ ہے تو وہ جس سے مخاطب خدا ہوا
چلتی ہے انگلیوں پہ تری نبض ارتقا
یزداں وقار، قبلۂ کونین، حق نما!
نوع بشر کو تجھ سے ملا ہے وہ راستا
جس میں نہ پیچ وخم ہے نہ گرد و غبار ہے
سر پر شفق ہے زیر قدم لالہ زار ہے
(مرتب)

د سویں قومی سیرت کانفرنس ۲۰، ۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ / ۲۴، ۲۵ر نومبر ۱۹۸۶ء

اس کانفرنس کا مرکزی خیال تھا

دعائے ابراہیمی کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کا تجزیہ

not

فہرست مضامین (جلد اول)

سیرت طیبہ کرشمہ علم و حکمت	پروفیسر محمد عبد الجبار شیخ	۷
دعائے خلیل	پروفیسر ڈاکٹر مجتبیٰ رضوی	۲۷
تزکیہ نفس	قاضی چمن پیر الہاشمی	۳۳
دعائے خلیل	مولانا محمد اطہر نعیمی	۳۹
دعائے خلیل	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۵۱
دعائے خلیل	مولانا محمد مالک کاندھلوی	۷۵
حضرت ابراہیمؑ کی دعا	پروفیسر غازی احمد	۹۳
حضور ﷺ بحیثیت سیرت ساز	ڈاکٹر حافظ عبد الغفور	۱۰۵
ویخرجہم من الظلمٰت الی النور	مولانا سعید الدین شیر کوٹی	۱۱۳
دعائے ابراہیمیؑ	جسٹس پیر محمد کرم شاہ	۱۱۹
قرآن مجید منشور ہدایت و رحمت ہے	سید محمود احمد رضوی	۱۲۹
بعثتِ نبوی کے مقاصد	حکیم محمد سعید	۱۳۵
دعائے ابراہیمی کی روشنی میں		
حضرت ابراہیمؑ کا مجوزہ نصاب تعلیم	ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ	۱۲۹
پیغمبر حکمت و دانش	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	۱۶۱
دعائے خلیلؑ	جسٹس (مفتی) سید شجاعت علی قادری	۱۸۳
ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم	ابو الفضل محمد فضل سبحان	۱۸۹
تعلیم حکمت سیرتِ طیبہ کی روشنی میں	مولانا محمد طاسین	۱۹۵
دعائے خلیل	مولوی فتح محمد بارزئی	۲۱۷
دعائے ابراہیمی کی روشنی میں	پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ	۲۱۹
تجزیہ سیرت نبوی ﷺ		
دعائے خلیل	مولانا سید سعادت علی القادری	۲۴۷

	پیغام محمدی کا سیاسی پہلو	غلام محمد	۴۸۳

فہرست مضامین (جلد دوم)

نمبر شمار	خطبات	مقرر/مقالہ نگار	صفحہ نمبر
۱	خطبہ استقبالیہ	وفاقی وزیر مذہبی امور	۱
۲	خطبہ افتتاحیہ	جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان	۷
۳۔	صدارتی خطبہ	راجہ محمد ظفر الحق صاحب سیاسی مشیر برائے وزیر اعظم پاکستان	۲۱
۴۔	تقریر اجلاس اختتامی	وفاقی وزیر مذہبی امور	
۵۔	خطبہ اختتامیہ	جناب محمد خان جونیجو صاحب وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان	۲۹

مقالات:

۱۔	تزکیہ نفس کا نبوی منہاج	ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ بہاولپور	۳۷
۲۔	حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیثیت معلم	پروفیسر ایس ایم سعید	۴۵
۳۔	دعائے ابراہیم علیہ السلام کی روشنی میں سیرت نبوی کا تجزیہ	ڈاکٹر نثار احمد جامعہ کراچی	۵۵
۴۔	حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تزکیہ کا انسانی کردار پر اثر	محمد یوسف خان سیکرٹری اوقاف پنجاب، لاہور	۷۳
۵۔	فروغ علم کی عالمی تحریک اسلام اپنی تعلیمات و حقائق کے آئینہ میں	مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور	۷۷

not

۶۔	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی روشنی میں سیرت طیبہ کا جائزہ	ڈاکٹر میجر (ریٹائرڈ) محمد عبداللہ میڈیکل اسپیشلسٹ	۸۷
۷۔	دعائے خلیل کی روشنی میں سیرت رسول ﷺ	مولانا عبدالرحمٰن جامعہ اشرفیہ لاہور	۹۳
۸۔	سیرت طیبہ کیا اہل بیت	سید وصی مظہر ندوی	۹۹
۹۔	دعائے ابراہیم علیہ السلام	مولانا ارشادالحق تھانوی	۱۰۹
۱۰۔	دعائے ابراہیم علیہ السلام	پروفیسر فضل حق میر	۱۱۷
۱۱۔	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	پروفیسر غازی احمد (سابق کرشن لعل)	۱۲۹
۱۲۔	دعائے ابراہیمی کے نتائج وثمرات	مخدوم زادہ قاضی محمد اسرارالحق حقانی	۱۳۹
۱۳۔	دعائے خلیل علیہ السلام	صاحب زادہ پیر محمد فیض علی فیضی خطیب، مرکزی جامع مسجد، راولپنڈی	۱۴۵
۱۴۔	حکمت نبوت	پروفیسر غیب الرحمٰن	۱۴۹
۱۵۔	دعائے خلیل علیہ السلام کی روشنی میں سیرت طیبہ کا تجزیہ	مولانا محمد وسایا الخطیب دارالعلوم فیض نبوی کراچی	۱۶۱
۱۶۔	دعائے خلیل علیہ السلام کا ثمر	پروفیسر صلاح الدین قاضی صدر شعبہ عربی و اسلامیات، گورنمنٹ ایف سی کالج لاہور	۱۷۳
۱۷۔	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ربنا وابعث فیہم رسولا منہم کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ	ثمر حسن زیدی خطیب مسجد ابوالفضل قدم گاہ حیدرآباد	۱۸۵
۱۸۔	دعائے خلیل علیہ السلام تعلیم الاسلام کالج، ربوہ	محمد اعزاز الحسن شاہ	۱۹۹
۱۹۔	کلمہ سماحۃ المفتی العام الجمہوریہ العربیۃ الیمنیۃ فی موتمر السیرۃ	احمد بن محمد زبارہ	۲۱۵

not

النبویہ لباکستان
۴۰ ـ دعائے خلیل علیہ السلام جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری ۲۲۱

حروف آغاز

مقصد جس قدر دل نواز، محبوب جس قدر دل آرا اور منزل جس قدر دل افروز ہوگی، اسکے حصول کے لئے سعی وعمل کا انداز بھی اسی قدر رفیع و وقیع ہوگا، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بلند و برتر اپنے کمال و جمال کے اعتبار سے بہر نوع یکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی رضا جوئی کے لئے اہل حق ہنستے کھیلتے موج حوادث سے گزرتے، خارزاروں کو پاؤں کے آبلوں کا پانی پلاتے، صحراؤں میں باغبانی کی بنیاد رکھتے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے اور دار و رسن کی جانب شاداں و فرحاں، رواں دواں رہتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ

سر بیچ کر متاع دل و جان خریدنا
سودا ہے وہ کہ جس میں خسارہ کوئی نہیں

حضرت ابراہیمؑ کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے بہت سی روح فرسا اور جانگداز آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور وہ بتوفیق الٰہی ہر مقام پر سرخرو رہے، آگ کے الاؤ میں ڈالا جانا تصوراتی نہیں ایک حقیقی واقعہ ہے، پھر جبرائیلؑ کا از خود مدد کی درخواست کرنا اور ان کا ٹال جانا کہ

آنے دو اسے جس کے لیے چاک کیا ہے
ناصح سے گریباں تو سلانے کے نہیں ہم

وطن سے بے وطن ہونا، اہلیہ اور ننھے فرزند کو تپتے ہوئے صحرا میں تنہا چھوڑ جانا اور پھر محبوب فرزند کے گلے پر چھری رکھنا دینا، غرض آزمائشوں کا ایک پیہم سلسلہ ہے، وہ ثابت قدم رہے، اس بے مثال اطاعت اور بے نظیر استقلال کے جواب میں محبوب حقیقی کی نوازشات بھی قابل قدر اور قابل تحسین ٹھہریں کہ آگ طرح گلستان بن گئی اور

طغیان ناز بین کہ جگر گوشۂ خلیل
آمد بزیر تیغ و شہیدش نمی کنند

انہی نوازشاتِ خاص کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ کو امام الناس بنا دیا گیا، نتیجہ معلوم کہ ان کی

شخصیت ہر دور اور ہر نوع مکرم و معزز رہی، مشرکین عرب سے لے کر یہود و نصاریٰ تک سبھی کے لیے وہ ایک قابل احترام پیشوا تھے اور ہیں، جہاں تک ہم مسلمانوں کا تعلق ہے ہم تو ملت ابراہیمی ہیں، ہم لسانی، جسمانی اور روحانی اعتبار سے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت و ارادت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں، انھی کے تعمیر کردہ بیت اللہ کا طواف ہماری عبادت کا حسن ٹھہرتا ہے اور جملہ مناسک حج انھی کی مخلصانہ یادوں کو تازہ تر کرتے ہیں انھی کے نقوش پا ہماری جبینوں کے لیے مقام سجود بن گئے ہیں اور ہماری روزمرہ عبادتیں انھی کے ذکر سے محمود اور انھی کے انوار سے مستنیر ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسم ابراہیمؑ مع متعلقین لازم و ملزوم ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی آرزووں کو شرف قبول بخشا، چناں چہ کتاب و نبوت کا سلسلہ اولاد ابراہیمؑ سے مخصوص رہا بیت اللہ کو ثواب اور رجاہت کا مرکز بنا دیا گیا کہ ایک دنیا وہیں لوٹ لوٹ اور پلٹ پلٹ کر آتی ہے، نہ نگاہیں سیر ہوتی ہیں نہ دل، ہر دید سے شوق دید بڑھتا ہے، حدود حرم کا ضامن امن و سکون ہونا بھی، انھی کی دعاؤں کا حاصل ہے، اور اس وادی غیر ذی زرع میں ہر نوع کے پھلوں اور اشیائے خورد و نوش کی فروانی بھی جدِ انبیاء کی تمناؤں کا ایک حسین ثمرہ ہے، قرآن مجید کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ جب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ترانے الاپتے ہوئے، کعبے کی دیواروں کو اٹھا رہے تھے تب اُن کی پیغمبرانہ زبان سے ایک ایسی آرزو کا اظہار بھی ہوا، جس کے لیے پوری کائنات اس وقت تک ان کی ممنونِ احسان رہے گی جب تک خیمہ افلاک ایستادہ ہے، جب تک سورج چمکتا اور چاند دمکتا ہے، غنچے چٹکتے اور بلبل چہکتا ہے، ہوا چلتی اور بارش برستی ہے، نور پھیلتا اور ظلمت سکڑتی ہے، بلکہ جب اس کائنات ارضی کی بساط لپٹ جائے گی اس کے بعد بھی اس دعا خلیلؑ کے طفیل گنہگاروں کے لیے شفاعت و رحمت کے سلسلے یکساں رہیں گے یوں ذرہ ذرہ تا ابد دعائے ابراہیمی کا سراپا سپاس ہے تمام دعاؤں کے مقابلے میں، یہ ایک دعا، اپنے نتائج کے اعتبار سے وقیع ترین فضائل کے لحاظ سے جمیل ترین ثابت ہوئی، اس دعا کا ترجمہ یوں ہے۔

> اے ہمارے رب! ان (اولاد ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی اطاعت گزار جماعت، میں
> انھی میں سے رسول بھیج، جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انھیں کتاب و
> حکمت سکھائے، انھیں پاک کرے، یقیناً تو غلبے والا اور حکمت والا ہے۔
>
> (سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۹)

اسی لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا

حضرت عیسیٰ کی بشارت ، اپنی والدہ کا خواب ہوں ۔ (الفتح الربانی / ج ۲۰، ص ۱۸۱، ۱۸۹)

حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں، کتاب سے مراد قرآن پاک ہے، حکمت سے مراد فرامین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی تلاوت و تعلیم وجہ رشد و ہدایت قرار پائی اور مقصود تعلیم و ترتیب، تزکیہ ٹھہرا، تا کہ دنیا کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک اور اخلاق و کردار کی عظمتوں سے بہرہ ور ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تین اور مقامات پر اس دعا کی قبولیت کو یوں بیان فرمایا:

> جس طرح ہم نے تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے ۔ (البقرہ، آیت ۱۵۱)
>
> بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۔ (آل عمران، آیت ۱۶۴)
>
> وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے، ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۔ (سورۃ الجمعہ، آیت ۲)

درج بالا تینوں مقامات پر دعاء ابراہیمی ہی کو، قبولیت کے انداز میں دہرایا گیا ہے، مگر قدرے تبدیلی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے جس رسول کی بعثت کی تمنا فرمائی تھی، اس کی نبوت کے مناصب کی ترتیب یوں رکھی تھی کہ وہ لوگوں کو

۱ ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سنائے
۲ ۔ کتاب کی تعلیم دے
۳ ۔ اسرار کتاب سمجھائے
۴ ۔ انسانی نفوس کو پاک کرے ۔

اللہ تعالیٰ نے درج بالا تین مقامات پر، جب اس دعا اور اس دعا کے اجزا کا ذکر فرمایا تو مناصب رسالت کی ترتیب یوں بیان فرمائی کہ ابراہیمی دعا قبول ہوئی اور وہ نبی مبعوث کیا گیا جو لوگوں کو

۱۔آیات الٰہی سناتا ہے۔

۲۔انہیں پاک وصاف کرتا ہے۔

۳۔کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔

۴۔کتاب کی حکمتوں کو واضح کرتا ہے۔

گویا قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا انہی کے الفاظ میں ایک مرتبہ جبکہ اس کی تکرار رب العالمین کے الفاظ میں تین مرتبہ ہے،اور تینوں مقامات پر آیات الٰہی سنانے کر فوراً بعد قلب ونظر کے تزکیے کا حکم ہے،اس تزکیے کے بعد،کتاب وحکمت کی تعلیم ہے، جب کہ دعائے ابراہیمی میں،دعوت کے بعد تعلیم وحکمت اور پھر تزکیئے کا ذکر ہے،خدائے علیم وحکیم کی جانب سے کی گئی تبدیلی اپنے اندر ایک بلیغ معنویت اور کمال حکمت لیے ہوئے ہے کیوں کہ بہترین پیداوار کے لئے ضروری ہے کہ پہلے زمین کو جھاڑ جھنکار سے اچھی طرح صاف کیا جائے،مٹی کو ہل چلا کر نرم کیا جائے مضر جڑی بوٹیوں اور خاردار جھاڑیوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے،پھر تخم ریزی کی جائے،پھولوں کی پنیری لگائی جائے،پھر اس کی مسلسل حفاظت کی جائے،مناسب آبیاری کا سلسلہ بھی جاری رہے،تب اس مٹی سے گل وگلزار ابھریں گے اور گرد وپیش کو مہکائیں گے،شور اور خارزار زمین میں کوشش کے باوجود لالہ وگل اپنی بہار نہیں دکھا سکتے،بعینہ جس علم کی خبر اور جس عمل کی دعوت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے دینا ہے وہ خبر انہی دلوں میں بہار بن کر اترے گی جو اسے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں،عام دنیاوی علوم کسی بدفطرت اور کج سرشت کو بھی مل سکتے ہیں مگر اس سماوی علم کے لئے طبع سلامتی مطلوب ہے، کہ ہدایت متقین ہی کے لئے ہے اُن دلوں کے لئے نہیں جو شقاوت میں پتھروں سے بھی سخت ہوں،رشد وہدایت کے بادل برستے ہیں مگر پتھر دلوں میں کفر وعناد کا زقوم تو اگتا اور پھیلتا رہتا ہے مگر ایمان ویقین کے گلزار نہیں مہکتے،بارش تو شور اور زرخیز دونوں زمینوں پر یکساں برستی ہے،مگر کہیں کانٹے اگتے ہیں کہیں پھول،آواز بھی ایک ہے،دعوت بھی ایک،مگر قبول حق کی استعداد مختلف ہے،کوئی ابوجہل ہے کوئی صدیقؓ جن کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور وہ خود قلوبنا غلف کہہ کر اعتراف کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں حق نہیں اتر سکتا،مہر کا لفظ ان کی قلبی بے حسی سمعی خامی اور بصری محرومی کی کیفیت واضح کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے،اللہ تعالیٰ ان سے مایوس ہوتے تو انہیں دل عطا نہ کرتے کہ وہ ہوتا ہی حساس ہے،اُن کی آنکھوں کو بصارت عطا نہ کرتے اور ان کے کانوں کو سماعت کی صلاحیت نہ دیتے،اللہ تعالیٰ نے تو انہیں حق پذیری کی استعداد فطرتاً عطا کی تھی مگر خود انہوں نے

اپنے آپ کو محروم کر رکھا ہے۔

اک سنگ ہے یہ دل ترے پہلو میں ہم نفس
اک سنگ ہے کہ جس میں شرارہ کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ نے تو دھڑکتا ہوا دل سینے میں رکھا تھا اسے پتھر کافروں نے خود بنایا ہے، اللہ تعالیٰ نے تو کانوں کو سماعت کی صلاحیت بخشی تھی۔ انگلیاں کانوں میں انہوں نے خود ٹھونس رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو آنکھیں عطا کی تھیں، انہیں بصارت سے محروم انہوں نے خود کیا ہے۔ کہ وہ نہ سمجھتے ہیں نہ سنتے ہیں، اور نہ دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پھر بھی مایوس نہیں ہیں کہ ایک حکیم صادق، مریض کو مرتے ہوئے دیکھتا بھی ہے مگر کوشش جاری رکھتا ہے، الغرض اللہ تعالیٰ نے مناصب رسالت میں دعوت حق کے فوراً بعد تزکیے کا ذکر اسی لئے رکھا ہے کہ یہ علم وخبر ایک نور ہے، اور نور کسی عصیاں شعار کو نصیب نہیں ہوا کرتا، یہ پاکیزہ علم، اللہ پاک کی عطا ہے اور نبی پاک ﷺ کے قلب اطہر پر نازل کیا گیا ہے، بنا بریں کوئی ناپاک دل، اس پاک علم کی پاکیزگیوں سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا۔ ہدایت آرزومند دلوں ہی کو ملا کرتی ہے، ٹیڑھے چلنے والوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ ٹیڑھا کر دیا کرتے ہیں (الصف، آیت ۵) گویا لوگ کجروی پہلے اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دلوں کو بعد میں کج فہم کرتے ہیں۔ مومنانہ تعلیم کا مقصد سیرت و کردار کی تطہیر و تہذیب ہے جب کافرانہ تعلیم میں کردار سازی کو کسی نوع کی کوئی حیثیت حاصل نہیں ہوتی اور یہ ایک بے غبار صداقت ہے کہ جب تک دل کو طہارت اور نظر کو عفت نصیب نہیں ہوگی، دعوت اسلامی کما حقہ بارور نہ ہو سکے گی، دل کا آئینہ جتنا شفاف ہوگا، عکس اور پرتو اتنا ہی واضح اور صاف ہوگا۔

چاروں طرف سے صورت جاناں ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

اسی شقاوت قلبی کا نتیجہ ہے کہ مستشرقین، اسلامی علوم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود کردار و عمل کے اعتبار سے غیر معتبر اور ناشائستہ ہیں اور اُخروی سرخروئی کے لحاظ سے بے نصیب دوسری طرف وہ لوگ جو مسلمان ہیں مگر جن کا علم، عمل کو آواز نہیں دیتا، جن کی زبانیں، اُن کے دلوں کی رفیق نہیں، جن کے لبوں پر تکبیریں اور سینوں میں تشکیک و تکفیر کی دھند ہے اور جو بظاہر دعوت اسلامی کے دعویدار ہیں، مگر ان کی دعوت صرف اس لئے بے اثر اور ان کی تبلیغ محض اسی لئے بے ثمر رہتی ہے کہ "ان کے پاس صرف اقوال کی خوشنمائی ہے، جبکہ اعمال کی بے دلی لفظ لفظ ان کا ماتم کرتی رہتی ہے، تیسری طرف وہ مسلمان علماو مفسرین،

فقہا و محدثین اور واعظین و مبلغین ہیں جو قلبی اور علمی انوار سے ثروت مند تھے، وہ زندگی میں بھی تابندہ اور مرنے کے بعد بھی اُن کے نقوشِ پا، بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے نشانِ منزل بنے رہے، ان کے علمی آثار فکر و نظر کے لیے سرمایۂ اعتبار بنے ہوئے ہیں، رنگ و نور کی یہ کہکشاں نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس عطا کردہ علم کا جو دل کی پاکیزہ دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہوتا ہے، ورنہ کتنی ہی زبانیں ہیں کہ کترنی کی طرح چلتی ہیں اور کتنے ہی قلم ہیں کہ ”لغت ہائے حجازی“ کے ڈھیر لگاتے جارہے ہیں مگر نفوذ و تاثیر کا دور دور تک پتا نہیں ملتا۔

معنی ہیں معدوم، تحریریں بہت ہے عمل مفقود، تقریریں بہت
کفر دل میں، لب پہ تکبیریں بہت بغض دل میں، منہ پہ تعریفیں بہت
ایک اہل درد ہی ملتا نہیں ورنہ دردِ دل کی تدبیریں بہت

چونکہ دعوت اسلامی کا مقصد ”اہل درد“ پیدا کرنا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ضروری سمجھا کہ نبیٔ مرسل صلی اللہ علیہ وسلم دعوت ایمانی کے ساتھ ہی اپنی پیغمبرانہ نگاہوں سے دلوں کی بھی تطہیر کریں تاکہ ان میں لطافت و نظافت کا آہنگ پیدا ہو، تب جذبہ و خیال کو نور سرور و حضور ملے گا، اور اسوۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم راستوں کی چاندنی بن کر منزلوں کا پتا دے گا۔

وہ کیسے لوگ تھے جو روح عصر بن کے رہے
تری نگاہ نے کس کس کو چن لیا ہوگا

الغرض خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران میں اور اس مقدس گھر کی مقدس فضاؤں میں حضرت ابراہیمؑ کی جملہ دعائیں دنیاوی اور دینی دونوں امور کو محیط ہیں، اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لئے اطاعتِ حق کی توفیق طلب کرنا، عبادات کے سلیقے اور قرینے سیکھنے کی آرزو کرنا، توبہ اور اجابت توبہ کی التجا کرنا، خانۂ خدا کو مرکز عبادت اور محور ارادت دیکھنا، جوارِ بیت اللہ کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کی دعا کرنا، وادیٔ غیر ذی زرع کے لئے بہترین فواکہات و ماکولات کا آرزومند ہونا، اور سب سے بڑھ کر اپنی ہی اولاد میں سے ایک ایسے عظیم ترین نبی کی بعثت چاہنا، جو تعلیم و تعلم، حکمت و دانش تزکیہ و تصفیہ اور رشد و ہدایت کی عظمتوں سے متصف ہو کر، قلب و نظر اور ظاہر و باطن کی ظلمتوں کو یوں نور کا پیرہن عطا کردے کہ مادی اور روحانی زندگی کا ہر اجالا، اُسی کا حوالہ بن جائے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں نے ہم مانگنے والوں کو یہ سلیقہ بھی سکھا دیا کہ عطا کرنے والے سے دنیا کی روشنی بھی مانگو اور آخرت کی خیریت بھی چاہو کہ دنیاوی روز و شب کا آبرومندانہ اور مومنانہ شعار ہی اُخروی کامرانی کی واحد دلیل ہے۔ حق یہ ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے درجہ بالا تمام پیغمبرانہ فرائض احسن انداز سے ادا فرمائے نتیجہ معلوم کہ دین کا ہر رخ انتہائی حسن وخوبی کے ساتھ تکمیل کو پہنچا، نہ ترمیم کی ضرورت رہی نہ اضافے کی کوئی حاجت، اب یہ امت مسلمہ کا فرض منصبی ٹھہرا کہ وہ اسوۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں، قرآنی ہدایت کو وہاں وہاں تک پہنچائے جہاں جہاں اس کی ضرورت ہے، اولین ضرورت دعائے ابراہیمؑ کے نتیجے میں مبعوث ہونے والی عظیم و جلیل شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے روشنی اور رہبری لینے کی ہے، یہ روشنی نصیب ہوجائے تو منزلیں، خود قدم لینے کے لئے بے چین دکھائی دیں گی۔

کس کے نقش قدم کا احساں ہے
منزلوں منزلوں چراغاں ہے
کس کی اک مہرباں تجلی سے
آئینہ آئینہ فروزاں ہے
کس کے ایک دلکشا تبسم سے
ہر کلی مطلعِ بہاراں ہے
آنکھ ہے کس کی نظمِ عالم پر
ہاتھ میں کس کے نبضِ دوراں ہے
دونوں ہاتھوں میں رکھ دیئے ہیں چراغ
ایک سنت ہے، ایک قرآں ہے
اس معلم سے، جب سے ربط ہوا
آنکھ مسجد ہے، دل دبستاں ہے (مرتب)

چند اقتباسات

لسان العرب میں ہے **الحکمة عبارة عن معرفة افضل الاشياء بافضل العلوم** یعنی حکمت بہترین چیزوں کو بہترین علوم کے ذریعے جاننے اور پہچاننے کا نام ہے۔

اسی بنا پر علم وحکمت انسان کے لئے ایک بہت بڑی دولت ہے، جس سے وہ منشا حیات کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور جو اس سے محروم رہا گویا کہ وہ حقیقی زندگی سے ہی محروم ہوگیا،

کیوں کہ حکمت کے بغیر انسان کو اپنی ذات سے حقیقی واقفیت نہیں ہوتی اس کے بغیر نہ تو شعور کو حقیقت تک رسائی حاصل ہوتی ہے اور نہ زندگی کے امکانات اور اس کی گہرائیوں کا پتہ چلتا ہے، حکمت انسان کو نہ صرف زندگی کی حقیقی قدروں کا علم بخشتی ہے، بلکہ وہ صحیح معنوں میں تہذیب یافتہ بھی بناتی ہے، اور اخلاق کے بلند مقام پر بھی فائز کرتی ہے، جہاں پہنچ کر انسان مکمل آسودگی اور حقیقی اطمینان حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دانائی اور عقلمندی کے علاوہ اخلاق کی پاکیزگی اور حسن عمل کا شمار بھی علم و حکمت کی علامات اور آثار میں ہی ہوتا ہے اور اہل عرب بھی عقل و رائے کی پختگی کے ساتھ ساتھ نیک اعمال اور شرافتِ اخلاق کو اطوار حکیمانہ کی دلیل قرار دیتے رہے، ایسا شخص ان کے ہاں حکیم کہلاتا تھا، جو عاقل ہی نہیں بلکہ مہذب بھی ہوا۔(۱)

سورۂ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعائیہ کلمات کا مضمون سورۂ آل عمران اور سورۂ جمعہ کی آیات میں بھی مذکور ہے جن میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عظمیٰ اور آپ کے عہدۂ ختم نبوت کے فرائض منصبی بیان کیے گئے ہیں جو کہ چار چیزوں پر مشتمل ہیں۔

۱۔تلاوت آیات: اللہ کے فرامین اور ارشادات کو لفظاً جوں کا توں پڑھ کر سنا دینا

۲۔تعلیم کتاب: الفاظ کے معانی و مرادات کی وضاحت کرنا اور اللہ کی کتاب کا صحیح منشا اور مطلوب سمجھانا تاکہ لوگ کتاب کی روح تک پہنچ سکیں۔

۳۔تعلیم حکمت: امت کے سامنے اپنے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ اس انداز میں پیش کرنا کہ انسانی زندگی کے تمام تر وسعت پذیر پہلوؤں کی حکمتِ عملی کھل کر سامنے آجائے، اور خداداد علم و حکمت کی ٹیکنالوجی بھی سمجھ میں آجائے۔

۴۔تزکیہ نفس: امت کے افراد کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک وصاف کرنا اور ریاضتوں مجاہدوں اور عملی کوششوں سے مانجھ کر اور صیقل کر کے ذہنوں کو قبولیت حق کے لئے مستعد اور تیار کرنا تزکیہ نفس کہلاتا ہے اس کے لئے ذہن سازی اپنی جگہ سب سے اہم ہے کہ جس کے واسطے منکرات ورذائل سے اجتناب کرنا اور فضائل اخلاق کا اپنانا انتہائی لازم ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بعثتِ نبوی کے مقاصد کا حصول جن سے اُمت مسلمہ کی بجا طور پر تعمیر و تشکیل ہوتی ہو، نبوت ان کے ہی چار فرائض منصبی پر منحصر ہے، ان کے بغیر مکمل دینی معاشرہ

اوراسلامی زندگی کا صحیح ڈھانچہ تیار نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام اوران کے جانشینوں کی زندگیاں عقائدو اعمال کے ساتھ اسلامی اخلاق واطوار اوراعلیٰ ترین انسانی اقدار کا محور تھیں اور وہ لوگ صحیح معنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل واکمل اورمحبوب ترین عملی زندگی کا پرتو تھے کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار کا مؤثر ترین نقشہ اپنے روبرو مشاہدہ کررہے تھے یہ ان کی پرکیف وسرور مجالس اور نبوی صحبتوں کا فیض عام تھا جس سے مستفیض ہونے کو وہ اپنے لئے فلاح دارین خیال کرتے تھے، جس کا ثمرہ یہ تھا کہ معاشرے کا ایک ایسا منظم مزاج تیار ہوا جس میں صرف قانون کی مکمل پاسداری ہی نہ تھی بلکہ دل وجان اورایمان وایقان سے اُس کا احترام بھی زندگی کا ایک اہم جز بن چکا تھا، پھر حدود کی پابندی اور حقوق وفرائض کی ادائیگی ہرایک کی طبیعت ثانیہ بن کر مکارم اخلاق اورمحاسن اعمال کا محور تھی۔(۲)

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں علما کو وہ مقام حاصل ہے جو بنی اسرائیل میں انبیاء کو حاصل تھا اس لئے کہ خاتم النبیین کی ذات گرامی پراگرچہ نبوت ختم ہوچکی ہے، لیکن نبیوں کا کام یعنی دعوت وارشاد کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت تک علما کے ہاتھوں جاری رہے گا، کیوں کہ اس امت میں علما انبیاء کے جانشین اوروارث ہیں، اس بنا پر علما کو بڑا درجہ اورمقام حاصل ہے اورعلم وحکمت کے منصب عالی کی وجہ سے انہیں بہترین خصوصیات سے نوازا گیا ہے۔(۳)

خانہ کعبہ اس دنیا میں عرش الٰہی کا سایہ اوراس کی رحمتوں اوربرکتوں کا نقطہ قدم ہے، یہ وہ آئینہ ہے جس میں اس کی رحمت وغفاری کی صفتیں اپنا عکس ڈال کر تمام کرہ ارض کو اپنی کرنوں سے منور کرتی ہیں، یہ وہ منبع ہے جہاں سے حق پرستی کا چشمہ ابلا اوراس نے تمام دنیا کو سیراب کیا یہ روحانی علم ومعرفت کا وہ مطلع ہے جس کی کرنوں نے زمین کے ذرہ ذرہ کو درخشاں کیا یہ وہ جغرافیائی شیرازہ ہے، جس میں ملت کے وہ تمام افراد بندھے ہوئے ہیں، مختلف تمدنوں میں زندگی بسر کرتے ہیں، مگر وہ سب باوجودان فطری اختلافات اورطبعی امتیازات کے ایک ہی کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں اورایک ہی قبلہ کو اپنا مرکز سمجھتے ہیں اور ایک ہی مقام کو مرکز مان کر وطنیت، قومیت تمدن ومعاشرت رنگ وروپ اوردوسرے تمام امتیازات کو مٹاکر ایک ہی وطن ایک ہی قومیت (آل ابراہیم) ایک ہی تمدن ومعاشرت وملت ابراہیمی اورایک ہی زبان (عربی) میں متحدہ ہوجاتے ہیں۔

تزکیہ، احسان، سلوک، حضوراورتصوف ایک ہی چیز ہے، تزکیہ کا ماحصل یہ ہے کہ نفس کو روح کے تابع اورخواہشات نفس کو شریعت کے تابع کردیا جائے۔

not

نفس انسانی ایک ہے لیکن اس کی حالتیں تین ہیں، اول درجہ میں امارہ ہوتا ہے پھر اس کو ریاضت کے بعد لوامہ بنایا جاتا ہے پھر مزید ریاضت کے بعد وہ مطمئنہ بن جاتا ہے۔

تزکیہ نفس کا طریق کار ''تقویٰ'' ہے، تقویٰ کے ذریعے نفس میں وہ احساس اور کیفیت پیدا کی جاتی ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی رغبت اور مخالفت کرنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

خواہش نفس جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں ''اتباع ہویٰ'' کہا گیا ہے، یہی وہ چیز ہے جس کے آگے آدمی پر ڈال کر بے بس ہو جاتا ہے، پس نفس پر کنٹرول کرنے کی واحد صورت یہ ہے کہ دل میں آخرت کی فکر اور اللہ کے سامنے جوابدہی کا استحضار پیدا کیا جائے۔

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى۔

اور وہ شخص جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو اس کی خواہش اور ہوس سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

اسی کا نام ''تزکیہ'' ہے جس کے ذریعے انبیاء اور اس کے جانشینوں نے معاشرے کی اصلاح فرمائی اور آج بھی معاشرے کی اصلاح کا یہی ایک مؤثر اور کامیاب ذریعہ ہے۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری، انجمنے ساختہ اند(۵)

اس دعائے خلیل کی توضیح وتشریح سے پہلے ہمیں کعبۃ اللہ کے بارہ میں ان خصوصیات کو ملحوظ رکھنا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے اس گھر کو اپنی تجلیات جمال وجلال کا مرکز بنایا ہدایت ورحمت کا مرکز بنایا، ہر طرح کی برکتیں اس میں ودیعت رکھیں، عالم کے لئے بقاو عافیت کا سامان بنایا، چناں چہ ان اوصاف اور کعبۃ اللہ کی خصوصیات کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے، ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

جَعَلَ اللّٰهُ الۡكَعۡبَةَ الۡبَيۡتَ الۡحَـرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ۔ (سورۂ مائدہ)

اللہ نے کعبہ کو دنیا کے انسانوں کے واسطے بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔

دوسرے موقعہ پر فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ آیَاتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ط ۔

سب سے پہلا وہ گھر (خدا کا) جو لوگوں کے لئے قائم کیا گیا ۔ (عبادت و بندگی کے واسطے) بے شک وہ ہے جو مکہ کی سرزمین پر قائم ہوا اس کی شان کے ساتھ وہ مبارک ہے، ہدایت ہے تمام جہانوں کے لئے اس میں کھلی نشانیاں ہیں (جن میں) مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوا ـ اس کو امن نصیب ہوا ۔

تو اس آیت میں مزید اوصاف وخصوصیات کعبۃ اللہ کے یہ معلوم ہوئے، برکت ہدایت دلائل وبینات مقام ابراہیم (جو انابت و رجوع الی اللہ وا رتعلق مع اللہ کا مرکز ہے) اور امن وسکون

اگر ہم ان اوصاف وخصوصیات پر نظر ڈالیں تو ظاہر ہوگا کہ نظام عالم کو فلاح وسعادت اور اس کا ہر برائی اور شر سے تحفظ ان ہی امور پر مبنی ہے، اور عالم کو ان امور کی تقسیم کا ذریعہ صرف یہی ہوسکتا تھا کہ اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوکر ان فیوض وبرکات کو عالم میں پھیلائے جیسے کہ سورج کا کام ہی یہ ہے کہ وہ طلوع ہوکر عالم کو ظلمت سے دور کردے ـ اپنی شعاعوں سے دنیا کو روشن ومنور کردے، بس یہی واعیہ اور طبعی تقاضا ابراہیم خلیل اللہ کو اس دعا پر آمادہ کرنے والا ہوا ـ اس لحاظ سے یہ خصوصیت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کی واضح ہو رہی ہے کہ در حقیقت آپ ہی کی تعلیمات عالم کے بقا کا سامان برکتوں اور رحمتوں کا سرچشمہ ہدایت کا مرکز دلائل وبینات کا خزانہ اور امن وسکون کا گہوارہ ہیں، کیوں کہ ان چیزوں کا مرکز کعبۃ اللہ کو بنایا گیا تو اس مرکز سے ان خصائص وبرکات کے تقسیم کنندہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوسکتے تھے، اسی واسطے آپ نے اپنی اس صفت کا اظہار ان کلمات میں فرمایا: **انما انا قاسم واللہ یعطی۔**

اور یہ تمام باتیں صرف اس مقصد وحید کی خاطر ہیں کہ انسان تزکیۂ نفس کا عالی مقام حاصل کرسکے ـ (۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں بھی سیرت سازی کا زرین اصول، تزکیہ نفوس اور تہذیب اخلاق کو قرار دیا گیا ہے، حضور ﷺ صحابہ کرام کے دلوں کو عقائد باطلہ کی آلودگیوں سے پاک کرکے ایمان وایقان کی نورانیت سے مزین فرماتے، انہیں اخلاق عالیہ سے آراستہ فرماتے آپ کا یہ

ارشاد کس قدر اہمیت کا حامل ہے:

بعثت لاتمم حسن الا خلاق۔

مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ تہذیب وتحسین اخلاق کی تکمیل کروں۔

اگر ہم حیات انسانی کا بغور جائزہ لیں،تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ قلب انسانی ہی وہ مرکز ومحور ہے، جہاں جذبات واحساسات کا ایک طوفان موجزن ہوتا ہے۔اگر اپنی خواہشات کا اندھا غلام بن کر رہ جائے تو دل وساوس شیطانی کی آماج گاہ بن جاتا ہے اور فرعون وغیرہ اور ہامان وقارون جنم لیتے ہیں، لیکن اگر دل نعمت ایمان سے منور، ہدایت ربانی سے بہرہ ور اور حب اللہ اور حب رسول کی تپش سے لذت آشنا ہو،تو پوری انسانی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے،الغرض سیرت سازی اور تعمیر شخصیت کا حصول، فضائل اخلاق سے آراستہ ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقا۔

اہل ایمان میں سے ایمان کے اعتبار سے کامل لوگ وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اخلاقی نقطہ نظر سے لوگوں کی سیرت سازی کی یہاں تک کہ آپ کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف قرآن پاک میں بھی اس طرح بیان ہوتی ہے کہ

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم۔(۷)

اے پیغمبر بے شک آپ کے اخلاق بہت عظیم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھرپور اور فعال زندگی کی روشن مثال ہمارے سامنے پیش کی، اور ہمیں یہ روشن سبق دیا کہ عمدہ سیرت کی تشکیل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ایمان کی حرارت سے سرشار ہوکر، حب رسول سے معمور ہوکر، فضائل اخلاق سے آراستہ ہوکر، تعلیم وتربیت سے بہرہ ور ہوکر مشاہدہ کائنات اور مطالعہ کائنات سے خالق کائنات کی عظمت کے نقوش کو دل میں جاگزین کرکے، قومی اور عملی تقاضوں سے باخبر رہ کر، اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرکے اور جذبہ خدمت خلق سے کام لے کر مومن کو ایک بھرپور اور فعال زندگی بسر کرنی چاہئے یا دوسرے الفاظ میں تعمیر شخصیت اور سیرت میں

not

نکھار پیدا کرنے کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل وابستگی پیدا کی جائے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(۸)

حضرت ابراہیمؑ نے نبوت کے تین عظیم مقاصد کے ذکر کرنے کے بعد آخر میں اس مقصد کے لئے بڑی ہی نیازمندی سے بارگاہِ صمدیت میں التجا کہ الٰہی ایسا نبی بھیج جو انکو صرف تیری آیتیں ہی پڑھ کر سنائے ان آیات کا مفہوم سمجھائے ان میں پنہاں اسرار و معارف سے بھی ان کو بہرہ ور کرے اور مزید کرم یہ فرما کہ اس رسول مکرم کی نگاہ میں ایسا اثر بخش کہ جس گندے دل پر پڑے اس کی ساری میل کچیل اور جملہ آلودگیوں سے اس کو پاک صاف کردے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کے فیض کا کمال تو یہی ہے کہ اس کے غلام کے ایمان کی معراج بھی یہی ہے کہ اس کے دل کے صنم کدے میں شرک و کفر، فسق و فجور، ہوا و ہوس، ریا و نمود، حب زر و سیم اور طلب جاہ و منصب کے جتنے بت سجے ہوتے ہیں نبی کی ایک نگاہِ فیض ان کو ریزہ ریزہ کردے، وہی دل جو ایک لمحہ پہلے ایک کباڑ خانہ بنا ہوا تھا، نبی کی چشم کرم کے طفیل وہ انوار الٰہی سے جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے، تمام ماسوا سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور وتبتل الیہ تبتیلا کی شان کا وہ مظہر کامل بن جاتا ہے۔(۹)

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب کا نہ صرف ایک ایک لفظ پڑھ کر خود سنایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے رموز بھی بتائے، زندگی کا سلیقہ اور قرینہ بتایا اور اس کی حکمتوں کا شعور بھی عطا کیا، شخصیت پرستی کی بجائے بندگیٔ رب کی دعوت دی، فکر و اعتقاد کو توہمات کے بجائے حق کی بنیادوں پر استوار کیا، مظاہر فطرت کی پرستش کی بجائے تسخیر کا ولولہ بخشا، نسلی اور طاغوتی حکومت کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کی اور انسانی زندگی کو ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد کی ظلمتوں سے نکال کر میزان عدل کے سامنے لا کھڑا کر دیا، اس طرح آرزوئے ابراہیمی کی تکمیل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو طبقۂ انبیاء اور نوع انسانی کا سب سے بڑا انسان بنا کر پوری کائنات پر احسانِ عظیم فرمایا۔

یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان ممتاز اوصاف اور خصائص کے لحاظ سے من جانب اللہ، بشری تاریخ کے اس بلند مقام پر فائز ہیں کہ رہبر کی تلاش و جستجو میں نکلنے والے ہر انسان کی نظر سب سے پہلے آپ کی ذاتِ گرامی پر رکتی ہے جویائے حق کی نگاہیں آپ ﷺ ہی کی قامتِ زیبا پر آکر مرکوز ہوتی ہیں، آپ کے پیمبرانہ کارنامے عالم اور اہل عالم کو ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرتے رہیں گے، اور ساری دنیا کے ہادی و معلم کی حیثیت سے اگر کسی کی سیرت قابل

اتباع ہوسکتی ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے، جہاں تلاوت کتاب الٰہی بھی ہے، تعلیم حکمت بھی ہے، تزکیۂ اخلاق بھی ہے روشنی علم بھی ہے اور گرمی عمل بھی ہے، روحانیت اور مادیت کا حسین امتزاج بھی ہے اور دین و دنیا کی ہم آہنگی اور وحدت بھی۔(۱۰)

ابراہیم خلیل اللہؑ کی دعا میں اس نبی آخر الزمان کے نمایاں اوصاف میں سے ایک پیغام حکمت و دانائی اور علم و دانش بھی ہے، آنحضرت ﷺ گویا سلسلۂ ابراہیمی کی دونوں شاخوں کے ورثہ نبوت و رسالت کے مستحق بھی ہیں۔اور دعائے خلیلؑ کا ثمرہ طیبہ بھی ہیں، بلکہ موسیٰ کلیم اللہؑ کی تورات میں جس عبد متوکل اور عیسیٰ روح اللہ کی زبان مبارک سے جس احمد یا فارقلیط کی بشارت ہوئی تھی۔اس کا مصداق بھی آپ ﷺ ہیں، عربی زبان کے ایک شاعر کے الفاظ میں دعائے خلیل اور موسیٰ وعیسیٰؑ کی بشارت پیغمبر ﷺ حکمت و دانش ہیں۔

ودعوة ابراهيم بشرى ابن مريم بتوراة موسى عبدى التوكل

خلیلؑ حق نے وادی غیر ذی زرع میں بیت اللہ الحرام کے سامنے جو دعا فرمائی تھی۔اس کا ایک حصہ یہ بھی تھا۔کہ اے میرے پروردگار اس وادی غیر ذی زرع میں بسنے والوں میں سے ایک ایسا رسول بھی مبعوث فرمانا۔جس کے نمایاں خصائص حکمت و دانش ہوں گے۔خلیلؑ اللہ نے یہ دعا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صدیوں پہلے مانگی تھی۔جس کی قبولیت کی عملی شکل ساتویں صدی عیسوی کے نصف اوّل میں اس وقت نصیب ہوئی جب غار حرا سے اقراء کی روشن کرنیں حکمت و دانش کے انوار لے کر ظلم و تاریکی اور باطل کی قوتوں کو مٹانے اور حکمت و دانش کے ذریعے آدمی کا بول بالا کرنے کے لیے پھیلنا شروع ہوئیں۔تاریخ کے اس دھندلکے میں حق و باطل کا تصادم اور ظلمت و روشنی کا مقابلہ ایک فیصلہ کن مرحلے میں نظر آتا ہے۔یہ وہ وقت تھا جب روم و یونان کا فکر و فلسفہ تاریک حجروں میں قید ہو چکا تھا۔فارس کے دانش کدے مےخانوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ہند کی وراثت علمی برہمن کی نارکی نذر ہو چکی تھی۔جہاں علم کی آواز سننے والے شودر کو سیسہ پلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قوت سماعت سے محروم کر دیا جاتا تھا۔اس فیصلہ کن مرحلہ میں پیغام حق کی وہ کرنیں جو غار حرا سے پھوٹی تھیں، انھوں نے حکمت و دانش کو نہ صرف عام کردیا تھا۔بلکہ اُسے ہر مرد و عورت کا حق ہی نہیں پیدائشی اور منصبی فریضہ بھی قرار دے دیا تھا۔(۱۱)

قرآن کریم کی رو سے علم و معرفت ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ایک ایسی

کائنات ہے ۔جس کے گوشے لامحدود و لا متناہی ہیں، علم بلاشبہ عظمت انسانی اور بلندی درجات کا وسیلہ ہے، لیکن سمجھنے اور یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ علم کی دنیا میں خود کو عالم سمجھنا دراصل جہالت کی دنیا میں واپس آنے کے الٹی زقند لگانے کے مترادف ہے کیوں کہ جس مرتبے اور جس درجے میں بھی کوئی اہل علم ہوگا۔ اس سے کوئی نہ کوئی ہستی برتر ضرور ہوگی ۔ اور مراتب و درجات کی یہ برتری اور تفوق بالآخر علام الغیوب تک پہنچتی ہے ۔اس کے علم لا متناہی اور بے حد و بے حساب بلکہ انسانی تصور سے بھی بالاتر علم کے بارے میں کچھ کہنا، اور اندازہ لگانا کسی کے بس میں نہیں ہے، اس لیے اسلاف اسلام کے نزدیک علم و معرفت کی دنیا میں عجز ادراک کا اعتراف تو ہے مگر علم کا کبر و غرور حرام ہے ۔ ارشاد ربانی:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔

(سورۃ المجادلۃ، آیت ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے جو اہل ایمان ہیں اور وہ جنہیں علم دیا گیا ہے، ان کے درجات بلند فرماتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔

(سورۂ یوسف، آیت ۷۶)

ہم علم کے طفیل جس کے درجات چاہیں بلند کرتے ہیں اور ہر صاحب علم سے برتر کوئی نہ کوئی صاحب علم ہستی ہوا کرتی ہے۔

علم اور ایمان کا بہت گہرا تعلق ہے ۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لزوم کا درجہ رکھتے ہیں ۔جو دل ایمان سے آباد ہے ۔علم و معرفت اس میں لازماً جگہ پائیں گے ۔اس لئے ایمان اللہ کی ذات کا اعتراف اور اس کی ربوبیت پر یقین کا نام ہے ۔اور یہ اعتراف و یقین علم ہی کی ایک صورت ہے ۔ البتہ یہ ضرور ہے ۔ کہ ہر علم ایمان کو مستلزم نہیں صرف علم صحیح اور علم نافع ایمان سے وابستگی رکھتا ہے ۔اس لئے ان اہل علم کی بات ہمیشہ محترم اور انسانیت کے فائدے کے لئے ہوتی ہے ۔جو ایمان کی دولت سے بھی مشرف ہوتے ہیں ۔ اسی لئے قرآن کریم اپنا تعلق اہل علم کے سینوں سے ثابت کرتا ہے ۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔

یہ قرآنِ کریم تو وہ واضح نشانیاں ہیں جو اہلِ علم کے سینوں میں ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ (۱۲)

کہ وہ لوگ جو اہلِ ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ علم ہیں، یہ صحیح بتائیں گے کہ تم اللہ کے حساب و کتاب کے مطابق روزِ ازل سے یہاں ہو۔

پیغمبر ﷺ حکمت و دانش کی تعلیم یہ ہے کہ علم انسان کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ ہوا۔ پانی اور خوراک، جس طرح زندہ رہنے کے لئے انسان ان چیزوں کا محتاج ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی میں علم کی روشنی بھی ضروری ہے۔ چوں کہ علم انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس لئے اُسے انسان کا محض حق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیوں کہ حق سے کبھی کبھی انسان دستبردار بھی ہوسکتا ہے۔ اور ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن فرض سے کوئی انسان نہ دستبردار ہوسکتا ہے، اور نہ ہی بری الذمہ ہوسکتا ہے، اس لئے پیغمبر حکمت و دانش کے پیغامِ حق میں علم کو انسان کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم کہ علم کی طلب اور تلاش ہر مسلمان مرد اور عورت کا فریضہ ہے۔ (۱۳)

سرچشمہ علم و عرفان اور ثمرہ دعائے ابراہیم سے فیض یاب ہونے والے روشن ستاروں میں سے ایک حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حافظ ابن عبدالبر کی زبانی علم اور اہلِ علم کی شان میں نقل کیا ہے، اور اسی پر ہم یہ گفتگو ختم کریں گے۔

تعلم العلم فان تعلمه لله خشية وطلبه، عبادة و مذاكرته تسبيح والبحث عنه جهاد و تعليمه لمن لا يعلمه صدقة و بذله لأهله قربة لانه معالم الحلال والحرام و منار سبل اهل الجنة، وهو الأنيس في الوحشة والصاحب في الغربة والمحدث في الخلوة والدليل على السراء والضراء والسلاح على الأعداء والزين عند الاخلاء، يرفع الله به اقواما فيجعلهم في الخير قادة وائمة، تقتص آثارهم ويقتدى بفعالهم وينتهي الى رأيهم ترغيب الملائكة في خلتهم وباجنحتها تمسحهم ويستغفر لهم كل

رطب ویابس وحیتان البحر وهوامه و سباع البر وأنعامه لأن العلم حياة القلوب من الجهل ومصابيح الأبصار من الظلم، يبلغ العبد بالعلم منازل الأخيار والدرجات العلى في الدنيا والآخرة، التفكر فيه يعدل الصيام ومدرسته تعدل القيام، به توصل الأرحام وبه يعرف الحلال من الحرام وهو امام العمل والعمل تابعه، يلهمه السعداء ويحرمه الاشقياء۔

علم سیکھو کیونکہ اس کا سیکھنا خشیت الٰہی کا باعث ہے، اور اس کی طلب عبادت ہے، مذاکرہ علم وتسبیح کا درجہ رکھتا ہے، اس کی جستجو جہاد ہے، بے علم کو علم سکھانا صدقہ ہے، جو اس کے اہل ہوں ان کے لئے اسے فراواں کردینا باعث تقرب وثواب ہے، کیوں کہ یہ علم ہی ہے جو حلال وحرام کے لئے سنگِ میل ہے اور اہل جنت کی راہوں کے لئے روشن مینار ہے۔ یہ علم وحشت میں وسیلہ انس ہے، بے وطنی میں ساتھی ہے، خلوت میں ہم کلام ہونے والا ہے، فراخی اور تنگی کے لئے رہنمائی کا کام دیتا ہے، دشمن کے خلاف اسلحہ ہے اور دوستوں کے لئے باعثِ زینت ہے۔ اسی علم کے طفیل اللہ تعالیٰ اقوام کو بلند کرتا ہے، انہیں بھلائی میں قائدو امام بنا دیتا ہے۔ پھر لوگ ان کے نقش پا کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے اعمال کی تقلید کرتے ہیں، اب کی رائے پر بات ختم ہوتی ہے، ملائکہ کو ان کی دوستی کی خواہش ہوتی ہے، وہ انہیں اپنے پیروں سے تھپکی دیتے اور صاف کرتے ہیں، ہر رطب ویابس ان کے لئے دعا کرتا ہے، سمندر کی مچھلیاں اور پرندے، خشکی کے درندے اور جانور بھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں، کیوں کہ علم دلوں کو جہالت سے آزاد کرا کر زندگی دیتا ہے، اور تاریکیوں کے مقابلے میں نگاہوں کے لئے چراغ کا کام دیتا ہے، علم کے طفیل انسان اخیار کے مراتب پاتا ہے اور دنیا وآخرت کے مدارج اسی سے ہیں، علم کے میدان میں تفکر وتدبر روزے کے برابر ہے، اور اس کا پڑھنا پڑھانا قیام نماز کے مساوی ہے، اسی علم

کے طفیل صلہ رحمی ہوتی ہے، اسی کے ذریعے حلال وحرام میں امتیاز ہوتا ہے، یہی علم عمل کا امام ہے، اور عمل اسی کے تابع ہے، سعادت مندوں کے دلوں میں علم کا القا ہوتا ہے، او ربد بخت اس سے محروم ہوتے ہیں ۔ (۱۴)

کسی بھی صاحب ایمان کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں کہ اسے غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ثنا خوانان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کیا جائے ۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان کے ثنا خوانوں کے وسیع علم و دانش کا پورا احساس ہے، میں شاعر نہیں ہوں کہ گرمئی شعر سے آپ کے قلب میں سوز و گداز پیدا کرسکوں، میں ادیب بھی نہیں ہوں کہ اپنے قلم سے وہ جواہر پارے تخلیق کرسکوں جو سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنویر سے ضیاء پاش ہوں، میں عالم بھی نہیں ہوں کہ آپ کے علم وادراک میں اضافے کا ذریعہ بن سکوں، میرے پاس الفاظ کی وہ جادوگری بھی نہیں ہے ۔ جو قطرے کو پھیلا کر سمندر بنا دے اور اشک رواں کو گوہر تابدار کردے ۔

مجھے اگر ناز ہے تو اس پر کہ میں اس انسان کامل کا ایک ادنیٰ غلام ہوں ۔ جسے دیکھ کر صنم کدوں میں بت سجدہ ریز ہو جائیں اور ”اللہ احد“ پکار اٹھیں ۔ جس کے دست مبارک میں آکر سنگریزوں کو زبان مل جائے ۔ جس کے ایک اشارے پر سورج پلٹ آئے اور چاند دو نیم ہو جائے ۔ جس کی بوریہ نشینی سے قیصر و کسریٰ ہیبت زدہ رہتے ہوں ۔ جس کے ابر رحمت سے سوکھی کھیتیاں لہلہا اٹھیں ۔ جو گدائے بے نوا کو نوازے تو شہنشاہ بنا دے ۔

جس کی مسیحائی نوع انسانی کے لئے رشد و ہدایت کا آب حیات ثابت ہو اور جس کا نام لینے والوں کا یہ حال ہو کہ جس طرف نکل جائیں، جس سرزمین پر قدم رکھیں، اسے تو حید و رسالت کے نور سے منور کردیں ۔

یہ اسی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے انقلاب کا اعجاز ہے کہ دنیا کے جس ملک، کرۂ ارضی کے جس خطے اور زمین کے جس گوشے تک یہ پیغام الٰہی پہنچا، وہاں کے باشندوں کے خیالات بدلے، افکار بدلے، رہن سہن کے طریقے بدلے اور اس تبدیلی کے نتیجے میں وہاں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی کے لئے معیار قائم ہوئے ۔ تہذیب و ثقافت میں نکھار آیا اور ایک ایسا تمدن پیدا ہوا جس کی بنیاد تو حید و رسالت اخوت و مساوات، عدل و احسان اور حق و صداقت کی ابدی اقدار پر ہے اور جس کا محور و مآخذ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ (۱۵)

دعائے ابراہیمی کا موقع ومحل اور اس کا ظرف و احوال بتا رہا ہے کہ یہ دعا بڑی معنویت کی حامل ہے چنانچہ نہ صرف یہ کہ الفاظ دعا کے بین السطور داعی کے جذبات و احساسات کا تلاطم موجزن ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بصیرت ابراہیمی کے آئینہ میں مستقبل کا نقش نقش واضح تھا۔ گویا انہیں معلوم تھا کہ ان کی دعا کا حقیقی مصداق کون ہے۔ اور وہ جانتے تھے کہ صدیوں بعد آنے والا ''رسول الناس'' ان کے عالمگیر مشن کی تکمیل کرے گا۔ اور بیت اللہ کی سادہ سی عمارت اس کے ہاتھوں انوار و تجلیات سے آراستہ ہو کر وا قعتاً نشر گاہ توحید اور قبلہ گاہ عالم بنے گی، اور ایسی ابدی عالمگیر دعوت اسلامی کا مرکز حقیقی قرار پائے گی جس کی رو سے رنگ، نسل، وطن، قومیت، مادیت و منفعت کا ہر امتیاز حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ اور یہی بنیاد ٹھہرے گی، ایک عالمی مثالی معاشرہ کی تشکیل اور انسانیت کے ایک نقطہ اشتراک پر جمع ہونے کی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا کہ دعائے ابراہیمی کا مصداق ومطلوب، نسل ابراہیمی و اسماعیلی کا فخر، انبیا ورسل سابق کی دعاؤں اور تمناؤں کا مرکز، قصیدۂ نبوت ورسالت کا مقطع، انسانیت کا آخری نجات دہندہ اور ہدایت کا ماہ تمام کوہ فاراں سے طلوع ہوا۔ اور حضرت ابراہیم کی توقعات، آرزؤں، تمناؤں اور دعاؤں کے مطابق ڈہائی ہزار سال کے بعد آکر وہ اس مشن کی تکمیل کا موجب بنا جو دعائے ابراہیمی کا منتہیٰ تھا۔

مختصر یہ کہ ابو الانبیاء اور خاتم الانبیاء دونوں مقدس ہستیوں کے شمائل و خصائل کے مابین ایسا توافق وتوازن پایا جاتا ہے کہ وہ گویا ایک ہی آئینہ کے دو عکس، ایک ہی تصویر کے دو رخ اور ایک ہی خواب کی دو تعبیریں ہیں، شاید اسی لئے قرآن کا پیرایہ بیان اور حدیث کا انداز تکلم حضرت ابراہیم کے معاملہ میں ایسا بے تکلفانہ اور سادہ و معصوم ہے کہ پورے دین کی نسبت اور مرکزیت اُن (حضرت ابراہیم) کی ذات سے ہی وابستہ معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ جو امور و اوصاف خاصہ رحمتہ اللعالمین ہیں، انہیں بہت کچھ اشتراک خلیل الرحمن کا بھی نظر آتا ہے۔(۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے آراستہ یہ انسان جو صحابہ کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں یہ نہ صرف شریعت مطہرہ سے واقف تھے اس پر خود بھی عامل تھے اور پیغام الٰہی کو اطراف و اکناف تک پہنچانے والے پہلے مبلغ بھی تھے۔

اور انہیں کے بارے میں قرآن حکیم میں آیا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔

دوسری جگہ صادقین کی تعریف اور اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَO

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا، یہی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں جن کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت بسر ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ کے عمل سے یہ صحابہ پارس بن گئے آنے والے دور میں جس جس نے ان کی زندگی اور تعلیم سے استفادہ کیا وہ بھی تقویٰ وطہارت کی طرح کو پہنچا اور صالحین کی اس جماعت میں شریک ہوگیا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام صفات کی امین ہے جس کی دعا حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کی تھی اور جس دعا کے اثرات قیامت تک جاری و ساری رہیں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی صالحین امت کے ذریعہ قرآن وسنت کی تعلیم دیتے رہیں گے لوگوں کو احکام اللہ اور اخلاق وحکمت سے روشناس کراتے رہیں گے اور ان کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک وصاف کر کے نکھارتے رہیں گے۔

تمام سلسلہ انبیاء میں دو ہستیاں ایسی ہیں جن کا لقب ہے، اللہ کا دوست ۔اس میں بڑی بلندی ہے کیوں کہ جتنے القاب ہیں ان میں خود الفاظ سے عبد و معبود کا فرق نمایاں ہے صفی اللہ اللہ کا چنا ہوا یعنی اللہ چننے والا ہے اور حضرت آدم کی بلندی یہ ہے کہ یہ چنے ہوئے ہیں نجی اللہ اللہ نجات دینے والا ہے اور یہ نجات یافتہ ہیں کلیم اللہ یعنی وہ مرکز کلام ہے اور ان کا شرف یہ ہے کہ یہ اس سے ہم کلام ہوتے ہیں روح اللہ یعنی اللہ سے نسبت رکھنی والی ایک روح۔

مگر خلیل اللہ حضرت ابراہیم کا لقب اور حبیب اللہ ہمارے رسول کا لقب خلیل اور حبیب دونوں کے معنی اللہ کا دوست وہ جو خالق ومخلوق اور عبد و معبود کا فرق ہے وہ مجھے نہ معلوم ہے مگر لفظوں کا جہاں تک تقاضا ہے تو دوست یہ برابر کا رشتہ ہے ۔یعنی یہ دوست اور وہ اس کا دوست یہ طرفین سے رشتہ ہوتا ہے اب اس سے بڑھ کر بلندی کیا ہوگی کہ خالق تمام تعبیر میں برابر کی سطح دیدے حضرت ابراہیم کا لقب ہوا خلیل اللہ اس لقب میں بڑی رفعت و بلندی ہے۔ بہر حال سنت مشترک ہے ہر نبی یقیناً اللہ کا دوست ہے جب اللہ

سے محبت کرتا ہے تو دوست ہی ہے لیکن وہی بات کہ ست ہونا اور بات ہے اور رلقب ہو جانا اور بات ہے۔ اب ہمارے رسول کا لقب ہے حبیب اللہ اس کے معنی ہیں اللہ کے دوست تو لفظ کے اعتبار سے درجہ اونچا تو نہیں ہوا خلیل اللہ کے معنی بھی اللہ کے دوست اور حبیب اللہ کے معنی بھی اللہ کے دوست تو لفظ بدل گیا بات تو وہی رہی۔

مگر حقیقت میں یہ بات اردو زبان کی کوتاہی کے سبب سے ہے ہم خلیل کا ترجمہ بھی دوست کرتے ہیں اور حبیب کا ترجمہ بھی دوست کرتے ہیں لیکن عربی زبان کے لحاظ سے خلیل اور حبیب کے معنی میں فرق ہے خلیل کے معنی میں مضمر ہے طالب ہونا اور حبیب کے معنی میں مضمر ہے مطلوب ہونا دونوں دوست ہیں مگر خلیل وہ دوست ہے جو دوسرے کو چاہتا ہو اور حبیب وہ دوست ہے جسے دوسرا چاہتا ہو یا یوں کہئے کہ خلیل اللہ کے معنی ہیں محبّ خدا اور حبیب اللہ کے معنی ہیں محبوب خدا۔

اب تصور فرمائیں کہ زمین محبت کس آسمان پر پہنچ گئی۔(۱۸)

حرف آخر

مولانا محمد حنیف ندویؒ کے الفاظ میں: انبیاء اور عام مصلحین میں کیا بین امتیاز ہے؟ وہ یہ کہ عام مصلحین صرف کہتے ہیں، تعلیم دیتے ہیں، لیکن انبیاء تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ قلوب کو جلا بھی دیتے ہیں، جیسے دماغوں کو معارف وحکم سے منور کرتے ہیں ویسے دلوں کی تاریک دنیا کو بھی اجالے بخشتے ہیں، اُن کی نگاہیں علم ومعرفت کی سطح پر ہی مرکوز ہو کر نہیں رہ جاتیں بلکہ وجدان وطمانیت کی گہرائیوں تک نفوذ کر جاتی ہیں، وہ دنیا میں قول وعمل کا ایک بہترین امتزاج ہوتے ہیں، یعنی جامع الکلم کے ساتھ مکارم اخلاق کا اجتماع صرف ان کے ساتھ ہی مخصوص ہوتا ہے، دعائے ابراہیمی کے نتیجے میں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیا وہ کامل تھا، جہاں اس نے اللہ کی آیات کی تفصیل وتوضیح کی، وہاں تزکیہ وتطہیر سے بھی کام لیا، جہاں دماغوں کو روشنی بخشی وہاں دلوں کی دنیا کو بھی جلووں سے مخمور کر دیا، یوں وہ نوع انسانی کا سب سے بڑا محسن قرار پایا کہ اس نے بلد حرام کو حرمت بخشی، بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر کے شوکت کا گھر بنایا، اس نے کائنات کے ہر انسان کو اس کے آستانہ جلال پر جھکا دیا، جس طرح کعبہ معابد ارض کا مرکز ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کا آخری نقطہ عقیدت ومحبت ہیں۔

یہ دعائے ابراہیمی کی قبولیت کا فیض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا،

آپ ﷺ مرسل ٹھہرے، یوں حلول و تجسم کے نظریہ کی کلیتاً نفی ہو گئی، الوہیت اور نبوت دو الگ الگ منصب ہو گئے، ایک بھیجنے والا، ایک وہ جسے بھیجا گیا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ایک عظیم الشان انسان کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا، اسے اپنی ہم کلامی سے مشرف فرمایا، اُسے آسمانی نعمتوں سے نوازا، اُسے اس پر مامور فرمایا کہ وہ صرف بحث و مناظرہ اور تلقین و تقریر سے کام نہیں لے گا بلکہ قلبی تطہیر اور روحانی تزکیہ بھی کرے گا۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو کر سامنے آ گئی کہ جو شخصیت خود مذکی معلم اور مزکی ہے، اُس کے لفظوں کی تاثیر اس کی تعلیم کی تفہیم اس کی تربیت کے حسن اور اس کی اپنی ذات کی عصمت و پاکیزگی، ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے، معصوم گر کے بارے میں یہ سوچنا کہ وہ خود معصوم ہے یا نہیں، ایک خوفناک تلعب ہے۔

وہ ایک امی کہ ہر دانش کو چمکاتا ہوا آیا
وہ ایک دامانِ بخشش پھول برساتا ہوا آیا
وہ ایک نغمہ کہ انسانوں کو چونکاتا ہوا آیا
وہ ایک جذبہ کہ ارمانوں کو دھڑکاتا ہوا آیا
مشیت حسن کی تکمیل فرماتی ہوئی ابھری
تصور آخری تصویر بن جاتا ہوا آیا
(مرتب)

حوالہ جات

بین الاقوامی سیرت کانفرنس

۱۔ سیرت طیبہ امن عالم کی اساس/ سعید الدین شیرکوٹی/ ص۲۰، ۲۱
۲۔ ایضاً/ ص۲۵، ۲۶
۳۔ کلیدی خطاب/ جسٹس (ر) سردار محمد اقبال/ ج دوم، ص۶۱، ۶۲
۴۔ ایضاً/ ص۶۷، ۶۸
۵۔ سیرت مبارکہ کے عملی پہلو/ پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ/ ص۱۶۱، ۱۶۲
۶۔ ایضاً/ ص۱۷۷۔۱۷۸

دسویں قومی سیرت کانفرنس:

۱۔ سیرت طیبہ، سرچشمہ علم وحکمت/ پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ/ص۹
۲۔ ایضاً/ص۱۶۔۱۷
۳۔ ایضاً/ص۲۲
۴۔ دعائے خلیلؑ/ پروفیسر ڈاکٹر مجتبیٰ رضوی/ص۲۹۔۳۰
۵۔ تزکیہ نفس/ قاضی چن پیر الہاشمی/ص۳۷
۶۔ دعائے ابراہیم خلیل اللہ/مولانا محمد مالک کاندھلوی/ص۷۶، ۷۷
۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سیرت ساز/ ڈاکٹر حافظ عبدالغفور/ص۱۰۷۔۱۰۸
۸۔ ایضاً/ص۱۱۲
۹۔ دعائے ابراہیمیؑ/ جسٹس پیر محمد کرم شاہ/۱۲۳۔۱۲۴۔
۱۰۔ بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد دعائے ابراہیمی کی روشنی میں/ حکیم محمد سعید/ص۱۳۶، ۱۳۷۔
۱۱۔ پیغمبر حکمت ودانش/ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر/ص۱۶۲۔۱۶۳
۱۲۔ ایضاً/ص۱۶۸۔۱۶۹۔
۱۳۔ ایضاً/ص۱۷۵۔۱۷۶۔
۱۴۔ ایضاً/ص۱۸۵، ۱۸۱
۱۵۔ خطبہ افتتاحیہ/ جنرل محمد ضیاء الحق/ ج۲، ص۹۔۱۰
۱۶۔ دعائے ابراہیمی کی روشنی میں سیرت نبوی ﷺ کا تجزیہ/ ڈاکٹر نثار احمد/ص۶۶، ۶۸
۱۷۔ دعائے خلیلؑ کا ثمر/ پروفیسر صلاح الدین قاضی/ص۱۸۲۔۱۸۳
۱۸۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ/ص۱۹۴۔۱۹۵۔

استدعا

السیرہ کی کاپیاں پریس میں جارہی تھیں کہ والدہ محترمہ (اہلیہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کا سانحۂ ارتحال پیش آگیا۔ قارئین سے ان کی مغفرت وبلندئ درجات کے لئے دعاؤں کی استدعا ہے۔

مدیر